10۔ایبسٹرکٹ آرٹ

سیّد محمد جعفری (۱۹۱۱ء۔۱۹۷۶ء)

تعارف: سید محمد جعفری ۱۹۱۱ء میں سید محمد علی جعفری کے گھر پیدا ہوئے۔ سید محمد جعفری کے والد محمد علی جعفری تاریخ اور فلسفے میں ایم اے تھے۔ جس کے اثرات محمد جعفری کی زندگی پر پڑے۔ سید محمد جعفری ہنسنے اور ہنسانے کا گر خوب جانتے ہیں۔ جب شاعری میں طنز کے نشتر چبھوتے ہیں تو اُن کے پیشِ نظر مریض نہیں بلکہ مرض ہوتا ہے۔ اُن کی شاعری میں مزاح غالب ہے۔ لیکن کہیں کہیں طنز کا عنصر بھی دَر آیا ہے، لیکن وہ مزاح کے پردے میں لپٹا ہوتا ہے۔ آپ ۱۹۷۶ء میں اس جہانِ فانی سے رخصت ہو گئے۔

کتنا اچھا فیصلہ کرتا رہا کشمیر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

خلاصہ: (ڈیرہ غازی خان 2010، ملتان 2008,09)

میں تجریدی آرٹ کی ایک نمائش دیکھنے کے لیے گیا تو ازراہِ مروت تصاویر کی تعریف کی۔ لیکن اصل میں نمائش میں جو کچھ دیکھا اسے بیان کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔ ایک تصویر جو کمال فن تھی بظاہر یوں لگا جیسے بھینس کے جسم پر اونٹ کی گردن لگا رکھی ہو۔ تصویر میں ٹانگ مسواک کی صورت اور ناک خطرناک نظر آتی تھی۔ ایک اور تصویر میں صاف ورق پر بے ڈھنگے رنگوں کی صورت نظر آئی۔ مزید برآں ایک دوسری تصویر میں آڑی ترچھی لکیریں گویا ٹوٹے ہوئے آئینے میں سورج کی کرن تھی۔ تصویریں دیکھ کر بچے آغوشِ مادر میں پناہ گزیں ہو رہے تھے۔ مختصراً یہ کہ نمائش میں جانا خطا تھی۔ آج تک میں خود کو معاف نہیں کر سکا، یہ نمائش نہیں بلکہ دیوانے کا خواب تھا۔

اشعار کی تشریح

(1) ایبسٹرکٹ آرٹ کی دیکھی تھی نمائش میں نے
کی تھی ازراہِ مروت بھی ستائش میں نے

حل لغت: نمائش: دکھانا ازراہِ مروت: لحاظ کرتے ہوئے ستائش کرنا: تعریف کرنا، سراہنا

مفہوم: میں نے تجریدی مصوری کی نمائش دیکھی اور ازراہِ مروت اس کی تعریف بھی کی تھی۔

تشریح:

دنیائے سخن میں فن اور ادب کو ساتھ ساتھ رکھنے میں شہرت دوام کی حامل شخصیت سید محمد جعفری اپنی مشہور زمانہ مشاہداتی نظم میں اپنے ایک ناخوش گوار تجربے کو بیان کرتے ہیں۔

پکاسو ایبسٹرکٹ آرٹ کا موجد تھا۔ ایبسٹرکٹ آرٹ اردو میں جسے تجریدی مصوری کہتے ہیں۔ ایک ایسی مصوری ہوتی ہے۔ جس میں مصور اپنے جذبات و خیالات کا اظہار آڑھی ترچھی لکیریں کھینچ کر بڑے بے ڈھنگے انداز میں کرتا ہے۔ اور یہ انداز اس قدر مشکل ہوتا ہے کہ عام ناظر اس کو سمجھ نہیں پاتا اور وہ یہ خیال کرنے لگتا ہے کہ یا تو مصور خالی الذہن ہے یا پھر مصور نے حالت دیوانگی یا حالت نیم بے ہوشی میں آڑی ترچھی لکیریں بے ساختہ کھینچ دی ہیں۔ حتیٰ کہ عام ناظر اس تجریدی مصور کے اظہارِ فن کو اظہار دیوانگی سمجھ بیٹھتا ہے۔

لیکن خیال رہے کہ تجریدی مصوری بیسویں صدی میں یورپ میں بے پناہ مقبول ہوئی۔ بیشتر ممالک میں باقاعدہ اس کی

نمائشوں کا انعقاد ہوتا اور بعض اوقات تو سب سے بہتر (یعنی سب سے بے ڈھنگی) تصویر کے مصور کو بادشاہ خود انعام دیتا۔ ملکہ وکٹوریہ نے اس فن کو سرکاری حیثیت دی تھی اور تجریدی مصوروں کو سرکاری خزانے سے تنخواہ بھی دی جاتی تھی۔ بہر صورت ایک عام ناظر کے لیے یہ سمجھنا ناممکن ہے۔ شاید اسی لیے مشہور مزاح نگار انور مسعود نے اِن لوگوں کو مشورہ دیا ہے کہ:

چھوڑ تجرید و علامت کی پہیلی پیارے
چھیڑ قصہ کوئی سعدی کی حکایت جیسا

غالباً اسی طرح کا اتفاق شاعر کو بھی ہوا۔ شاعر ایک عام ناظر کی حیثیت سے ایبسٹرکٹ آرٹ کی نمائش میں چلا گیا۔ دوسرے مصرعے میں ''ازراہِ مروت'' کالفظ استعمال ہوا ہے لہٰذا ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس نمائش میں شاید اُن کے کسی عزیز دوست نے انھیں مدعو کیا تھا۔ اور شاعر اس دعوت کو ٹال نہ سکا اور نمائش کے نظارے کے لیے چل پڑا۔ لیکن اُدھر جا کر نمائش کا جو حال دیکھا تو شاعر حیران رہ گیا۔ تصاویر نے شاعر کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا۔ کچھ لمحے تو شاعر مبہوت اور ساکت ہوگیا۔ جیسے اُسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ لیکن فوراً اُس نے اپنے حواس پر قابو پایا اور خیال کیا کہ چوں کہ اس دعوت پر اس کے دوست نے مدعو کیا ہے۔ لہٰذا تصاویر کی تعریف کرنی چاہیے۔

گو کہ تصاویر سمجھ سے بالاتر تھیں۔ لیکن زمانے کے بھی کچھ آداب ہوتے ہیں۔ کچھ رسوم کا بھی لحاظ کرنا پڑتا ہے۔ شاعر نے جب دیکھا کہ بیشتر لوگ تصاویر کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں تو وہ بھی حقیقت سے آنکھ چرا کر ان تصاویر کی تعریف کرنے لگا۔

اس فضول نمائش کی تعریف تو کر دی لیکن حقیقت میں بقول شاعر:

نمائش تو کچھ بھی نہیں تھی مگر
مروت سے تعریف کرنے لگا

(2) آج تک دونوں گناہوں کی سزا پاتا ہوں
لوگ کہتے ہیں کہ کیا دیکھا تو شرماتا ہوں

حلِ لغت: گناہ: ایسا عمل جو خلافِ شریعت ہو شرمانا: شرمندہ ہونا، نادم ہونا

مفہوم: میں آج تک دونوں گناہوں کی سزا بھگت رہا ہوں۔ جب لوگ پوچھتے ہیں کہ تم نے کیا دیکھا تو بتاتے ہوئے شرم آتی ہے۔

تشریح:

شاعر تجریدی مصوری کی نمائش میں چلا تو گیا مگر اُسے قطعاً معلوم نہ تھا کہ اُسے اس قدر گھمبیر حالات کا سامنا کرنا پڑے گا اور وہاں جو کچھ بھی وہ دیکھے گا اُس کی سمجھ سے بالاتر اور حقائق سے عاری ہوگا۔

یہ کیا خبر تھی جب میں آیا تھا دیکھنے دکھانے
ہیکلوں کو سنبھالے ہوئے ہیں فسانے

لیکن شاعر جب اس نمائش کو دیکھ کر واپس گھر آیا تو اُسے اس کا ضمیر ملامت کرنے لگا کہ وہ دو گناہوں کا مرتکب ہوا ہے۔ پہلا تو یہ کہ وہ نمائش میں گیا۔ نمائش میں جانا ہی بقول شاعر ایک عظیم گناہ تھا۔ کیوں کہ ہیکلوں سے عاری تمام شہ پارے ... اور یہ نمائش بھی تو مکمل طور پر ہیکلوں سے عاری تھی۔ لہٰذا اس نمائش میں جانا بھی ایک جرم عظیم تھا۔ دوسرا گناہ جو شاعر کے خیال سے سرزد ہوا وہ نمائش میں موجود تصاویر کی تعریف کرنا تھا۔ کیوں کہ شاعر کو تو تصاویر کی ذرا سی بھی سمجھ نہ آئی تھی۔ لیکن شاعر نے ... ہوئے ان تصاویر کو مصوری کا کمال اور اعلیٰ پائے کے فن کا اظہار قرار دیا۔ دوسرے مصرعے کا مفہوم واضح ہے۔ اور مفہوم یہ ہے کہ لوگ شاعر کی کمزوری بھانپ گئے ہیں اور وہ شاعر سے یہ پوچھتے ہیں کہ انھوں نے نمائش میں کیا دیکھا اور یوں شاعر شرمندہ ہو جاتا ہے اور بقول شاعر:

ایبسٹرکٹ آرٹ کی دیکھی جو نمائش میں نے — شرم سے میری جبیں پر تھا پسینہ آیا

دوسرا مفہوم جو شاید زیادہ قرینِ قیاس ہے یہ کہ شاعر نے تصاویر کی اس قدر تعریف کی تو لوگوں نے اس سے پوچھنا شروع کر دیا کہ آپ نے جو اِن تصاویر کی اتنی تعریف کی ہے، آپ کو تصاویر میں کیا خوبی اور انفرادیت نظر آئی؟ لیکن شاعر کے پاس لوگوں کے اس سوال کا کوئی جواب نہ تھا۔ کیوں کہ حقیقت تو یہ تھی کہ شاعر کو خود بھی ذرہ برابر اِن تصاویر کی خوبیوں کا پتا نہ چلا تھا۔ اِن سوالات کے جواب میں شاعر کے پاس ایک ہی جواب تھا اور وہ تھا "خاموشی"۔ چناں چہ ایسی باتیں سن کر شاعر کا ضمیر اُسے ملامت کرنے لگتا ہے اور وہ لوگوں کے سامنے نادم سا ہو جاتا ہے۔ چناں چہ ایسے سوالات کے جواب اُس کا اپنا ضمیر اُسے شرمندگی کی صورت میں مہیا کرتا ہے۔

(4,3) ایک تصویر کو دیکھا جو کمالِ فن تھی — بھینس کے جسم پر اِک اونٹ کی سی گردن تھی
ٹانگ کھینچی تھی کہ مسواک جسے کہتے ہیں — ناک وہ ناک خطرناک جسے کہتے ہیں

حل لغت: کمالِ فن: کاری گری، ہنرمندی — مسواک: دانت صاف کرنے کی ریشہ دار لکڑی
خطرناک: خطرے کی وجہ یا سبب

مفہوم: میں نے ایک تصویر دیکھی کہ جیسے بھینس کے جسم پر اونٹ کی گردن بنی ہوئی تھی اور اسے فن کا کمال ظاہر کیا گیا تھا۔ اس تصویر کی ٹانگ مسواک کی طرح لگتی تھی اور ناک بھی خطرناک بنی ہوئی تھی۔

تشریح:

اب شاعر نے تصاویر کا حال بیان کرنا شروع کیا ہے۔ شاعر نے ایک تصویر کے متعلق بیان کیا ہے کہ جب اُس نے تصویر پر نظرِ غائر ڈالی تو یہ دو جانوروں کے جسموں کا بے ڈھنگا امتزاج نظر آیا۔ تصویر کا بایاں اور نچلا حصہ بھاری قسم کا تھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کسی مصور نے بھینس کے دھڑ کی نقشہ آرائی کی ہو۔ اس تصویر کا نچلا حصہ شاعر کے اس نظریے کو تقویت پہنچا رہا تھا کہ یہ تصویر بھینس کی بنائی گئی ہے۔ لیکن یہ اس وقت غلط ثابت ہو گیا جب شاعر نے تصویر کے اوپر والے حصے کا دیدار کیا۔ گردن اور منہ بالکل بھی بھینس سے مشابہ نہ تھا۔ گردن جو کھینچی گئی تھی وہ بھینس کی گردن سے کہیں زیادہ طویل تھی۔ شاعر نے کافی غور و خوض کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ تصویر میں بنائی گئی گردن اور منہ کافی حد تک اونٹ کے منہ اور لمبی گردن سے مشابہت رکھتے ہیں۔ کیوں کہ تصویر میں بنائی گئی گردن بھی اونٹ کی مانند لمبی تھی اور جیسے اونٹ کی گردن میں خم ہوتا ہے اس طرح تصویر میں بنی ہوئی گردن بھی ٹیڑھی میڑھی اور خم دار تھی کہ:

بھینس کے جسم پہ تھی اونٹ کی گردن سی بنی — اور پھر ظلم کہ نام اس کو دیا فن کا کمال

شاعر کو تو یہ تصویر بہت بے ڈھنگی اور نامعقول دکھائی دے رہی تھی لیکن شاعر یہ دیکھ کر بہت حیران ہوا کہ لوگ اس تصویر کی بہت تعریف کر رہے تھے اور فن کا کمال قرار دے رہے تھے۔ لیکن شاعر پر تو گویا یہ منظر دیکھ کر سکتہ طاری ہو گیا تھا۔ اُسے تو اس بات کی بالکل بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی جو لوگوں کے خیال میں مصور کی سب سے بہترین تصویر تھی۔

دراصل ایبسٹرکٹ آرٹ ایسی مصوری ہوتی ہے کہ مصور کچھ بناتا ہے اور ناظر کچھ سمجھ بیٹھتا ہے۔ اور کبھی کبھی مصور نے عورت کی تصویر بنائی ہوتی ہے لیکن ناظر اسے اناناس سمجھ لیتا ہے۔ بقول شاعر:

ایبسٹرکٹ کے ملبے سے یہ دولت نکلی — جس کو سمجھا تھا اناناس، وہ عورت نکلی

ابہام اور نامعقولیت ایبسٹرکٹ آرٹ کے نمایاں نقائص ہیں۔ دوسرے شعر میں شاعر نے تصویر کے ٹیڑھے پن کی توضیح

ہے۔ شاعر کہتا ہے یہ بھینس اور اونٹ کی امتزاجی تصویر کی ٹانگیں جب دیکھیں تو بے حد بھدی سی نظر آئیں۔ کافی طویل اور سوتے پر بتلی بھی تھیں۔ ان ٹانگوں کی بھینس کی صحت مند ٹانگوں سے کوئی مماثلت نہ تھی۔ شاعر کچھ دیر سوچتا رہا کہ آخر یہ ٹانگیں کس جانور کی ہو سکتی ہیں۔ لیکن شاعر کے ذہن میں کوئی جانور ایسا نہ آیا جس کی ٹانگیں پتلی ہوتی ہوں۔ الغرض شاعر کو مجبوراً مسواک کا سہارا لینا پڑا۔ مسواک کی تشبیہ اُن ٹانگوں کے لیے بے حد موزوں تھی۔ کیوں کہ دونوں میں طوالت اور پتلا پن پایا جاتا ہے۔ یہ ٹانگیں بالکل مسواک کی طرح بے ڈھنگی تھیں۔

اس کے بعد شاعر نے تصویر میں بنائی گئی ناک کی کیفیت بیان کی ہے۔ اپنے دیگر اعضا کی مانند ناک بھی کافی غیر موزوں واقع ہوئی تھی۔ ناک بھی بے حد لمبی اور نوکیلی تھی۔ ایک تو یہ ناک دیکھنے کو نہیں بھاتی تھی دوسرا اس میں موجود تیکھی نوک بھی کسی کانٹے کی مانند خطرناک محسوس ہو رہی تھی۔ لہٰذا وہاں پر موجود ناظرین جا بجا اس ناک کو خطرناک قرار دے رہے تھے اور ساتھ ساتھ دہشت کا سرد احساس بھی اُن کے وجود میں سرایت کر رہا تھا۔ بقول شاعر:

ٹانگیں اس کی تھیں صورتِ مسواک   ناک اُس کی بنی تھی دہشت ناک

الغرض مجموعی طور پر تصویر فضول اور خستہ حال تھی۔ یوں لگتا تھا کہ ناظرین کو مختلف جانوروں کا امتزاج دکھانا مطلوب و مقصود تھا۔ اس تصویر میں کئی جانوروں کی خصوصیات شامل کی گئی تھیں۔ تصویر مکمل طور پر بُری اور عجیب نمونہ تھی۔ اس قدر مضحکہ خیز تصویر کو دیکھ کر لگتا تھا کہ گویا مصور نے بغیر سوچے سمجھے یہ بنا ڈالی تھی۔

شعر 6,5

ایک تصویر کو دیکھا کہ کیا رکھا ہے   ورق صاف پہ رنگوں کو گرا رکھا ہے
آڑی ترچھی سی لکیریں تھیں وہاں جلوہ فگن   جیسے ٹوٹے ہوئے آئینے پہ سورج کی کرن

(بہاول پور 2007)

حلِ لغت:
آڑی ترچھی: ٹیڑھی میڑھی   کرن: سورج یا چاند کی شعاع
جلوہ فگن: جلوہ دکھانا، سج دھج کر سامنے آنا

مفہوم:
ایک اور تصویر یوں نظر آئی جیسے کورے کاغذ پر رنگوں کو گرایا ہوا ہو۔ یوں لگتا تھا کہ ٹوٹے ہوئے آئینے پر سورج کی کرنیں چھن چھن کر پڑ رہی تھیں۔

تشریح:

زیر تشریح شعر میں شاعر دوسری تصویر کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کر رہا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ وہاں پڑی ہوئی ایک اور تصویر کو دیکھا تو یہ پہلی سے بھی قدرے بُری نظر آنے لگی۔ کیوں کہ پہلی تصویر میں تو پھر بھی شاعر نے سر، دھڑ اور گردن وغیرہ کو نمایاں کیا تھا۔ لیکن اس تصویر میں تو ماجرا مختلف تھا۔ شاعر نے بہتیری کوشش کی کہ تصویر کو سمجھ سکے کہ مصور نے کس چیز کو اپنے قلم کی زینت بنانے کی کوشش کی ہے۔ شاعر نے اپنے ذہن پر زور دیا لیکن تصویر کسی بھی جان دار یا بے جان شے سے ملتی دکھائی نہ دی۔ لہٰذا شاعر نے تصویر کو کسی بھی چیز سے تشبیہ دینے کی بجائے کہہ دیا ہے کہ فی الحقیقت یہ کوئی تصویر نہ تھی بلکہ مصور نے رنگوں کی چار پانچ ٹیوبیاں اکٹھی کر کے صاف کاغذ پر انڈیل دی تھیں۔ تصویر میں موجود موٹے موٹے دھبے شاعر کے اس نظریے کو مزید تقویت پہنچا رہے تھے کہ یہ تصویر واقعی رنگوں کا مرکب ہے۔

سادہ کاغذ پہ رنگ بکھرے ہیں   نام اس کو بھی دے دیا فن کا

دوسرے شعر میں شاعر نے اس تصویر کے مزید نقائص بیان کیے ہیں۔ شاعر کہتا ہے کہ تصویر میں دھبوں کے علاوہ

بے ڈھنگی لکیریں بھی جلوہ فگن تھیں۔ یہ لکیریں تھیں نہ کہ تصویر۔ لگتا تھا کہ مصور نے بغیر سوچے سمجھے قلم پھیر دیا ہو۔ جس طرف قلم جاتا فقط لائنیں اور لکیریں ہی جنم لیتیں۔ تصویر تو نام کو بھی نہ تھی۔ دوسرے مصرعے میں شاعر نے اس تصویر کو ایک شیشے کی مانند قرار دیا ہے جس پر مختلف اطراف سے سورج کی شعاعیں پڑ رہی ہوں۔ یاد رہے کہ شاعر نے ٹوٹے ہوئے شیشے کا لفظ استعمال کیا ہے۔ یہ لفظ حکمت سے پُر ہے۔ کیوں کہ اگر سہ طرفہ شیشہ گول شکل میں ہو تو اس میں سے شعاعیں بڑے منظم اور خوب رواندازے منعکس ہوتی ہیں۔ جسے کُل داخلی انعکاس کہتے ہیں اور اس طرح کے شیشے بیشتر اختراعات مثلاً کمپیوٹر، موبائل اور ٹیلی ویژن میں استعمال ہوتے ہیں لیکن اگر شیشہ دو طرفہ ہو اور ٹوٹا ہوا ہو تو سورج کی شعاعیں اس سے ٹکرا ٹکرا کر کوئی زاویہ بنا کر واپس مڑ جاتی ہیں اور یہ عمل بہت غیر منظم سا ہوتا ہے۔ اس عمل کو انعکاس کہتے ہیں۔ زیرِ تشریح شعر میں بھی اسی امر کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ضمیر جعفری نے ٹوٹے ہوئے آئینے کا لفظ استعمال کیا ہے۔ تاکہ جس طرح ٹوٹے ہوئے شیشے پر سورج کی شعاعیں بے ڈھنگی صورت میں منعکس ہوتی ہیں۔ اسی طرح یہ تصویر بھی نہایت بھدی غیر موزوں، غیر منظم، منتشر اور بُری واقع ہوئی تھی۔ بقولِ شاعر:

آڑی ترچھی لکیریں تھیں جیسے ۔۔۔۔۔ آئینے پر کرن ہو سورج کی

دراصل شاعر کہتا ہے کہ تجریدی مصوری اس قدر فضول اور مشکل ہوتی ہے کہ عام ناظر اسے سمجھنے سے ہی قاصر ہوتا ہے اور بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ مصور کچھ بناتا ہے جب کہ ناظر کچھ سمجھ بیٹھتا ہے۔ عین ممکن ہے کہ مصور نے محبوب کی نقشہ آرائی کی ہو لیکن ناظر اُسے تپائی پر رکھا ہوا گھڑا سمجھ بیٹھے۔ بقولِ شاعر:

نقش محبوب مصور نے سجا رکھا ہے ۔۔۔۔۔ مجھ سے پوچھ تو تپائی پہ گھڑا رکھا ہے

شعر 7

اس نمائش میں جو اطفال چلے آتے تھے ۔۔۔۔۔ ڈر کے ماؤں کے کلیجے سے لپٹ جاتے تھے

(بہاول پور 2007)

حل لغت: اطفال: طفل کی جمع مراد بچے ۔۔۔۔۔ کلیجہ سے: سینے سے

مفہوم: اس نمائش کو دیکھ کر بچے بھی اس قدر خوف زدہ ہو رہے تھے کہ ماؤں کے سینے سے چمٹ جاتے تھے۔

تشریح:

زیرِ تشریح شعر سے قبل تمام اشعار میں شاعر نے تصاویر کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے، اپنے تاثرات بیان کیے ہیں اور مصور کے بے ڈھنگے پن کی عکاسی کی ہے۔ لیکن تشریح طلب شعر میں شاعر نے ان بچوں کے بارے میں بتایا ہے جو نمائش کو دیکھنے کے لیے آئے تھے۔ شاید ان بچوں کو بھی شاعر کی طرح پہلی مرتبہ یہ نمائش دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا۔ بچے نہایت شاداں و فرحاں تجریدی آرٹ کو دیکھنے کے لیے ماؤں کے ساتھ چلے آئے۔ لیکن یہاں آ کر جب تصاویر دیکھیں تو وہ خوف سے سہم گئے۔

اس قدر غیر موزوں، بھدی، بے ڈھنگی اور سمجھ سے بالاتر تصاویر کی شاید انھیں توقع نہ تھی۔ بچے تو بہر صورت معصوم ہوتے ہیں۔ اس طرح کے ہیولے دیکھ کر ان کے ہوش و حواس جاتے رہے۔ دہشت کے مارے اُن کے چہرے کا رنگ فق ہونا شروع ہو گیا۔ یہ منظر دیکھ کر بچے تاب نہ لا سکے اور بھاگ کر اپنی ماؤں سے لپٹ جاتے۔ ماؤں نے انھیں بڑی تسلی دی لیکن بچوں کا خوف کسی طرح دور نہ ہو سکا وہ سسکیاں بھرتے رہے۔ اُن کی حالت سے مائیں بھی پریشان تھیں لیکن اب ہو بھی کیا سکتا تھا۔ الغرض ضمیر جعفری بتاتے ہیں کہ نمائش تمام بچوں اور بڑوں کی سمجھ سے بالاتر تھی۔ بڑوں نے تو اُسے غیر موزوں سمجھا لیکن بچے ان تصاویر سے اس قدر خوف زدہ ہوئے کہ ان سے بچنے کے لیے ماؤں سے لپٹ جاتے تھے۔ بقول جاوید انجم لائل پوری:

دیکھی بے ڈھنگی تصویریں تو بچے

شعر 8

الغرض جائزہ لے کر یہ کیا ہے انصاف — آج تک کر نہ سکا اپنی خطا خود میں معاف

حلِ لغت: الغرض: مختصراً، قصہ مختصر — جائزہ لے کر: غور و خوض کر کے، پڑتال کر کے — خطا: غلطی، قصور

مفہوم: مختصراً میں خود شاعر ہو کر بھی اپنے آپ کو معاف نہیں کر سکا۔

تشریح:

تشریح طلب شعر میں شاعر اپنے آپ کو ملامت کر رہا ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ جب میں نے بیٹھ کر اس تمام واقعے پر غور و خوض کیا، نمائش میں جو بیتی اُس پر ایک غائر نگاہ ڈالی، انصاف سے اپنا احتساب کیا اور عدل کے ترازو میں اس نمائش کو تولا تو میں بذاتِ خود اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ واقعتاً مجھ سے بہت بڑی غلطی سرزد ہوگئی ہے۔ شاعر سے دو بڑی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں۔ اول تو اسے معلوم بھی تھا کہ تجریدی آرٹ کی نمائش فضول ہوتی ہے اور اس میں مصور فضول قسم کی تصاویر تشکیل دیتا ہے اور یہ فن قواعد و ضوابط سے عاری ہوتا ہے تو جانتے ہوئے بھی وہ نمائش میں کیوں گیا۔

دوسرا یہ کہ شاعر نے تصاویر کا جب بغور مشاہدہ کیا تو اُسے معلوم بھی ہو گیا تھا کہ تصاویر خوبیوں سے عاری ہیں اور بالکل فضول اور بے ڈھنگی ہیں۔ لیکن پھر بھی شاعر نے رسماً اور قرابت کی پاسداری کرتے ہوئے اس کی تعریف کر دی۔ یہ تھی دوسری غلطی جو شاعر کے خیال میں پہلی غلطی سے بھی زیادہ تھی۔

چناں چہ شاعر کہتا ہے کہ یہ ایسی غلطیاں ہیں جن پر خود اس کا ضمیر اسے معاف کرنے کو تیار نہیں۔ اور یہ امر صادق ہے کہ کوئی بھی مذموم کام کرنے پر سب سے زیادہ طعن و ملامت ضمیر کرتا ہے اور یہ ایسا جج ہے جو کبھی بھی انسان کو معاف نہیں کرتا۔ بالکل یہی واقعہ شاعر کے ساتھ بھی پیش آیا۔

شعر 9

میں نے یہ کام کیا سخت سزا پانے کا — یہ نمائش نہ تھی اک خواب تھا دیوانے کا

حلِ لغت: دیوانہ: بے وقوف، ذہنی مریض — خواب: خیال، تصور

مفہوم: تجریدی آرٹ کی نمائش میں جانا قابلِ سزا جرم ہے اور یہ نمائش نہ تھی بلکہ ایک پاگل کا خواب تھا۔

تشریح:

زیرِ تشریح شعر میں شاعر کہتا ہے چوں کہ میرا ضمیر مجھے معاف کرنے کے لیے تیار نہیں اور کسی قیمت پر اس جرمِ عظیم کو معاف نہیں کر سکتا۔ لہٰذا میں نے خود اپنی سزا بھی تجویز کر لی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے اپنے لیے یہ سخت سزا کافی غور و فکر کے بعد تجویز کی ہے۔ نمائش کے بارے میں تمام حالات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے، وہاں کی تصاویر کے تناظر میں اور احساس کرتے ہوئے آرٹ کی اس بے ڈھنگی نمائش کو ذہن میں رکھ کر میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ یہ نمائش "دیوانے کا خواب" تھا۔

"دیوانے کا خواب" کا اولین مفہوم تو یہ ہے کہ نمائش بذاتِ خود دیوانے کا خواب تھی جس کی پاگل پن اور بے ربطی کی شکل تو یوں کہ ان میں سے کوئی تصویر بھی تصویری تقاضوں پر پوری نہیں اترتی تھی اور رنگوں کے دھبے، آڑی ترچھی لکیریں اور بے ڈھنگی شکلیں ہم پر لوگوں کی گردن آویزاں کرنا اس بات کے شاہد تھے کہ واقعی کسی عقل سے عاری اور دیوانے شخص نے یہ کام کیا ہے۔ اور یہ شاعر اعتراف کرتا ہے کہ فی الحقیقت یہ نمائش نہ تھی بلکہ مصوری کے ساتھ مذاق تھا۔ ایک گھناؤنا مذاق۔ لہٰذا اسے نمائش نہیں کہہ سکتے۔

دوسرا مفہوم جو شاید شاعر نے اپنے ضمیر کی تسکین کی خاطر گھڑ لیا ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ شاعر نے یہ خیال کرنا شروع کر دیا ہے کہ شاعر اس نمائش میں گیا ہی نہ تھا بلکہ اُس نے حالت دیوانگی میں یہ خواب دیکھا تھا۔ بس اس نمائش کی حیثیت بھی خواب سے زیادہ نہیں۔

مشقی سوالات

سوال 1 درست جواب کے گرد دائرہ لگائیں۔

(i) شاعر نے تصاویر کی تعریف کیوں کی؟

(الف) ان سے متاثر ہو کر (ب) فن کی باریکی کو سمجھ کر

(ج) ان کی خوب صورتی کی وجہ سے ✓ (د) محض مروت سے

(ii) شاعر نے تصویر میں بھینس کے جسم پر کس جانور کی گردن دکھائی ہے؟

(الف) گائے کی ✓ (ب) اونٹ کی

(ج) بکری کی (د) ہاتھی کی

(iii) شاعر کے خیال میں نمائش حقیقت میں کیا تھی؟

(الف) ایک یادگار نمائش ✓ (ب) دیوانے کا خواب

(ج) آرٹ کی خدمت (د) تصاویر کا قابل قدر نمونہ

سوال 2 مندرجہ ذیل الفاظ کو اپنے جملوں میں استعمال کریں۔

ستائش قائداعظم کی جدوجہد قابلِ ستائش ہے۔

مصور شیرازی ہمایوں دور کا بہت بڑا مصور تھا۔

اطفال ہمارے محلے میں اطفال کے لیے ایک چھوٹا سا سکول ہے۔

جائزہ جائزۂ غائر کے بعد نتائج اخذ کرنے چاہئیں۔

نمائش آج سٹی پارک میں تصاویر کی نمائش تھی۔

سوال 3 نظم کا خلاصہ اپنے الفاظ میں لکھیں۔ جواب: نظم کا خلاصہ دیکھیے۔

سوال 4 مختصر جوابات دیجیے۔

(i) شاعر نے کس قسم کے آرٹ کی نمائش دیکھی۔

جواب شاعر نے تجریدی مصوری کی بے ڈھنگ نمائش دیکھی۔

(ii) کیا شاعر اس نمائش سے متاثر ہوا؟

جواب بالکل نہیں۔

(iii) شاعر نے نمائش کی تعریف کیوں کی؟

جواب مروت کی خاطر شاعر نے تعریف کر دی۔

(iv) نمائش کی تصویروں کا بچوں پر کیا اثر ہوا؟

جواب بچے خوف زدہ ہو کر آنگنِ مادر میں پناہ گزیں ہوئے

(v) شاعر اس نمائش کو کیا قرار دیتا ہے؟

جواب ایک دیوانے کا خواب

سوال 5 نظم کے آخری دو اشعار کی تشریح کیجیے۔

جواب دیکھیے اشعار کی تشریح